بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انّ الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

روزنامہ

الفضل

THE DAILY

ALFAZL, QADIAN.

ایڈیٹر غلام نبی

قادیان دارالامان

یوم سہ شنبہ

جلد ۲۹ | ۴ ماہ نبوت ۱۳۲۰ ہش | ۱۳ ماہ شوال ۱۳۶۰ ھ | ۴ ماہ نومبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۲۵۰

خطبۂ عید الفطر

جس بات کو خدا تعالیٰ قائم کرنا چاہے، وہ خود بخود دلوں میں گھر کر جاتی ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۳ ماہ اخاء ۱۳۲۰ ہش مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء

(مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں ہر قوم

اپنی خوشی کے لئے

کوئی نہ کوئی ذریعہ تجویز کرتی ہے اور اپنے مشہور واقعات کی یادگار منانے کی کوشش کیا کرتی ہے۔ کیا ہندو اور کیا سکھ اور کیا مسلمان اور کیا عیسائی اور کیا یہودی سب ہی قوموں میں ایسے ایام پائے جاتے ہیں۔ جو اُن کے

بزرگوں کی کسی کامیابی کی یاد میں

خوشی کے دن کے طور پر منائے جاتے ہیں۔ استثنائی صورت فرقوں میں سے ایک شیعوں کے فرقہ کی ہے۔ جو بجائے خوشی کا دن منانے کے رنج کا دن مناتا ہے مگر بہر حال

شیعوں کا رنج

بھی ایک ایسی ہستی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے پیاروں میں سے تھی۔ اور جس کی موت یا شہادت اللہ تعالےٰ کی خاطر اور دین کی خاطر ہوئی تھی ان یادگاروں کے علاوہ

دُنیوی یادگاریں

بھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ بعض قومیں اپنی فتح کے نشانات قائم کرتی ہیں۔ بعض قومیں اپنے کسی دشمن کی تباہی کے نشانات قائم کرتی ہیں۔ اور بعض قومیں اپنی کسی خاص اقتصادی یا سیاسی کامیابی کے نشانات قائم کرتی ہیں۔ ان میں سے سوائے ان ایام کے جو جسمانی تعیش کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور سوائے اُن ایام کے جو انسانی فطرت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ باقی ایام کا اگر دینی یادگاروں سے مقابلہ کیا جائے۔ تو ہمیں ان میں

ایک بہت بڑا فرق

نظر آتا ہے۔ مثلاً موسموں کی تبدیلی ہے۔ جن علاقوں میں سخت سردی پڑتی ہے۔ ان میں جب گرمی کا موسم آتا ہے۔ تو قدرتی طور پر سب کے اندر ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ خوشی منانے کے لئے کوئی نہ کوئی طریق اختیار کرتے ہیں۔ ہندوستان میں برسات کا موسم اور بہار کا موسم خاص طور پر اچھے سمجھے جاتے ہیں۔ بہار میں لوگ باغوں میں جانا اور سیر و تفریح کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور برسات میں عورتیں جھولے جھولنا پسند کرتی ہیں۔ اسی طرح لوگ اس موسم میں آموں کی پارٹیوں۔ اور نہروں اور دریاؤں پر نہانے کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ درحقیقت قومی ایام نہیں بلکہ

موسمی ایام

ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان کے دل میں بھی اگر وہ انگلستان میں رہتا ہو۔ تو مئی کے دنوں میں خوشی کی لہر پیدا ہو جائے گی اور وہ کہے گا۔ کہ اب سردی کی تکلیف کے دن ختم ہونے لگے ہیں۔ اسی طرح ایک عیسائی اور یہودی کے دل میں بھی اگر وہ ہندوستان میں رہتے ہوں۔ بہار کے موسم میں جب سخت سردی جاتی رہتی ہے یا برسات کے موسم میں جب گرمی کے بعد بادل اُمڈ اُمڈ کر آتے ہیں۔ خوشی کی لہر پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ بغیر اس کے کہ کسی کا کیا مذہب ہے۔ ان دنوں ہر شخص راحت اور آرام محسوس کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کچھ دیر کے لئے ایسی جگہ جائے۔ جو زیادہ آرام دہ ہو۔ اس طرح ہر شخص ان ایام کو خوشی کے ساتھ بسر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر باقی ایام جو موسمی تغیرات کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے۔ ان کا اگر مذہبی واقعات کے ساتھ تعلق رکھنے والے خوشی کے دنوں سے مقابلہ کیا جائے تو ہمیں عظیم الشان فرق نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ انبیاء کے کاموں یا ان کے اعلاء سے تعلق رکھنے والی باتوں میں اور دُنیا کی کسی اپنی قائم کردہ یادگاروں میں کس قدر [illegible] نہ ہوتا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ابھی [illegible]

دیوالی اور مسلمانوں کا تہوار عید

دونوں اکٹھے آگئے ہیں۔ یعنی کل دیوالی کے ایام ختم ہوئے ہیں۔ اور آج عید آگئی ہے بعض دفعہ اس طرح اکٹھے ایام آجانے سے انسان کے خیالات کی رَو خاص طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

ہم جو سندھ میں زمینداری کرتے ہیں۔ اور جہاں سلسلہ کی زمینیں بھی ہیں اور میری اپنی زمینیں بھی۔ وہاں ہمارے ایجنٹ ہندو ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ کام کلی طور پر انہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس سال دیوالی کے قریب ان کی میرے نام تاریں آئیں۔ کہ اس دن ہمیں کوئی چیز بیچنے یا خریدنے کی اجازت دی جائے۔ اور بعض نے تو خط بھی لکھے۔ کہ ہمارے نزدیک یہ دن بہت مبارک ہوتا ہے۔ اور اس میں جو سودا کیا جائے۔ وہ نفع مند سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس دن کوئی چیز خریدنے یا بیچنے کی اجازت دی جائے۔ میں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس میں شرک کی کوئی بات نہیں۔ انہیں اجازت دے دی۔ اور میں نے خیال کیا۔ کہ ان کا دیوالی کے دن کو

خرید و فروخت کے لئے متبرک

قرار دینا ایسا ہی ہوگا۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت کے لئے جمعرات اور پیر کے دنوں میں سفر کرنے میں برکت رکھی گئی ہے تو ممکن ہے ان میں سے اگر کوئی اخلاص کے ساتھ کام کرے تو اس کے لئے یہ برکت اللہ تعالےٰ کی طرف سے قدیم زمانہ میں دیوالی میں رکھی گئی ہو۔ اس لئے میں نے انہیں اجازت دے دی۔ مگر ساتھ ہی فوراً میرا ذہن ایک نئے مضمون کی طرف منتقل ہو گیا۔

دیوالی کا تہوار

اتنا پرانا ہے۔ کہ اس کی تاریخ ہی دنیا سے مٹ چکی ہے۔ عجیب عجیب قسم کے خیالات ہیں جو ہندوؤں میں رائج ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ دن شوجی کے جوا کھیلنے کی یادگار میں منایا جاتا ہے۔ اور کوئی اسے کسی بزرگ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ زیادہ تر یہ خیال رائج ہے۔ کہ رام چندر جی جب بن باس سے واپس آکر تخت نشین ہوئے تھے۔ تو ان کی تخت نشینی کی خوشی میں یہ دن منانا شروع کیا گیا تھا۔ جیسے بادشاہ کی تخت نشینی پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دیوالی کے موقعہ پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ پس میرا ذہن فوراً اس طرف منتقل ہوا۔ کہ

دنیا میں دو کامیابیوں کی یادگاریں

پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک تو قریب کی کامیابی کی یادگار ہے۔ اور دوسری اتنی پرانی کامیابی کی یادگار ہے۔ کہ تاریخ سے اس یادگار کی حقیقی وجہ تک معلوم نہیں ہوتی۔ اور لوگ مختلف قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔ کوئی اسے شوجی کے جوئے کی یادگار قرار دیتا ہے۔ اور کوئی رام چندر جی کی تخت نشینی کی یادگار قرار دیتا ہے۔ غرض ایک طرف تو وہ کامیابی ہے۔ جس کی تاریخ تک مٹ چکی ہے۔ مگر پھر بھی اس کی یادگار کو بڑے اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے اور دوسری طرف ایک لڑائی ہماری آنکھوں کے سامنے ہوئی ہے۔ اتنی عظیم الشان لڑائی کہ اس کے مقابلہ میں رام چندر جی کی لڑائی کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ بس یوں سمجھ لو۔ کہ ایک طرف انگریزوں، روسیوں جرمنوں اور اٹلی والوں کی فوجیں لڑ رہی ہوں۔ اور دوسری طرف گاؤں کے دو نوجوان گتکا لے کر مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ جو نسبت ان دونوں کی آپس میں ہو سکتی ہے۔ وہی نسبت اس جنگ کی اور رام چندر جی کی جنگ کی ہے۔ یہ اتنی

عظیم الشان لڑائی

تھی۔ کہ اس میں ساری دنیا کے لوگ شامل تھے۔ اس میں جرمنی بھی شامل تھا۔ اس میں ترکی بھی شامل تھا۔ اس میں رومانیہ بھی شامل تھا۔ اس میں بلغاریہ بھی شامل تھا۔ اس میں سرویہ بھی شامل تھا۔ اس میں پولینڈ بھی شامل تھا۔ اس میں روس بھی شامل تھا۔ اس میں پرتگال بھی شامل تھا۔ اس میں انگلستان بھی شامل تھا۔ اس میں فرانس بھی شامل تھا۔ اس میں جاپان بھی شامل تھا۔ اس میں ہندوستان بھی شامل تھا۔ اس میں مصر بھی شامل تھا۔ اس میں عرب بھی شامل تھا۔ اس میں چین بھی شامل تھا۔ پھر اس میں امریکہ بھی شامل ہوا۔ اور جنوبی امریکہ کی بعض سٹیٹس نے بھی

المسیح

مدینۃ المسیح

قادیان ۲ ماہ نبوت ۱۳۲۳ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے متعلق آج ۵ بجے شام کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کو زخم کے مقام پر درد کی شکائت ہے احباب حضور کی صحت کاملہ کیلئے دعا فرمائیں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت تا حال نزلہ کی وجہ سے ناساز ہے دعائے صحت کی جائے۔

آج سوا تین بجے بعد دوپہر ملک عزیز احمد صاحب مجاہد تحریک جدید معہ اہلیہ دوبارہ تبلیغ احمدیت کے لئے جاوا روانہ ہوئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے آپ کو ڈیڑھ گھنٹہ تک قصر خلافت میں ملاقات کا شرف بخشا۔ صدر الدین یحییٰ صاحب جو جزیرہ سیلبیز سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی انکے ہمراہ ہیں۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے ناظر اعلےٰ۔ جناب مولوی عبد المغنی خانصاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب جناب مولوی ذوالفقار علی خانصاحب اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور انچارج تحریک جدید کے علاوہ اور بہت سے احباب سٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے موجود تھے۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد دعا کی گئی۔ اور گاڑی اللہ اکبر اور مجاہد اسلام زندہ باد کے نعروں کے درمیان روانہ ہوئی

نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے مولوی ابو العطاء صاحب اور قاضی محمد نذیر صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ لائلپور مناظرہ کے لئے بھیجے گئے

لڑائی کی تائید میں اعلان کر دیا۔ غرض سارا جہان اس لڑائی میں شامل ہوا۔ پھر

سامان حرب

یہ نہیں تھا۔ کہ وہ ایک دوسرے پر پتھر مارتے تھے یا غلیل چلاتے تھے۔ یا تیر اندازی کرتے تھے۔ یا صرف تلوار سے کام لیتے تھے۔ جیسے رام چندر جی نے تلوار یا تیر سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ بلکہ اس جنگ میں بم چلائے جاتے تھے۔ ایسی ایسی توپوں سے کام لیا جاتا تھا۔ جو پچھتر پچھتر میل تک گولے پھینکتی تھیں۔ اسی طرح ہوائی جہازوں کو لڑائی میں استعمال کرنے کا کام اسی لڑائی میں شروع ہوا۔ ٹینک اسی لڑائی میں بننے شروع ہوئے۔ جو فوجوں کی فوجوں کو کچل کر رکھ دیتے ہیں۔ پھر اسی جنگ میں ٹرینچز کی لڑائی ایسی اہم صورت اختیار کر گئی۔ کہ زمین کے اندر ہی اندر میلوں تک شہر بسے ہوئے ہوتے تھے۔ پھر یہ وہ جنگ تھی۔ جس میں دو کروڑ آدمی بیک وقت شامل تھا۔ رام چندر جی کے زمانے میں تو ہندوستان اور لنکا کی ساری آبادی بھی دو کروڑ نہ ہوگی۔ مگر یہ وہ لڑائی تھی۔ جس میں صرف دو کروڑ سپاہی شامل تھا۔ اور زخمی اور مرنے والوں کی تعداد ساٹھ لاکھ تھی۔

رام چندر جی کی لڑائی

کے جو واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اگر مبالغہ آمیز قصوں کو نکال دیا جائے۔ تو مرنے والوں کی تعداد چھ سو سے زیادہ نہیں ہوگی۔ مگر یہ وہ جنگ تھی۔ جس میں ساٹھ لاکھ آدمی کام آئے۔ اس عظیم الشان لڑائی کی یاد منانے کے لئے بھی دنیا نے

۱۱ نومبر کا دن

مقرر کیا تھا۔ مگر ۱۱ نومبر کا دن جس طرح سونا گزر جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے مخفی نہیں۔ ہندوستان کو جانے دو۔ انگلستان جہاں گورنمنٹ اس دن کو تکلف سے مناتی ہے۔ وہاں بھی لنڈن والوں کے سوا دیہات کے لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ پانچ سات سال تک تو اس دن کو خوب جوش سے منایا گیا تھا۔ اور سمجھا گیا تھا۔ کہ یہ ہمیشہ کے لئے ایک قومی تہوار بن جائے گا۔ مگر اب اس دن کے ساتھ لوگوں کی کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ امریکہ جو خود لڑائی میں شامل تھا۔ وہاں تو لوگوں کو خیال بھی نہیں آتا۔ کہ یہ دن کب آیا۔ اور کب گزر گیا۔ ہندوستان میں اس دن

صرف دو منٹ خاموش

رہنے کو کہا جاتا ہے۔ اور وہ بھی اس لئے کہ گورنمنٹ جانتی ہے۔ اگر زیادہ وقت خاموش رہنے کے لئے کہا گیا۔ تو کوئی مانے گا نہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ سال میں سے صرف ایک دن۔ اور وہ بھی صرف دو منٹ خاموش رہنا ہوتا ہے۔ پھر بھی اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جنہیں یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ دو منٹ کب آئے۔ اور کب گزر گئے۔ پہلے انہیں پتہ لگتا ہے کہ ابھی خاموش ہونے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔ اور پھر گھڑی دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو منٹ پر پانچ اور منٹ گزر چکے ہیں۔ اس طرح ان کے دو منٹ کبھی آتے ہی نہیں ٭

یہ جنگ سنہ ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی تھی۔ اور اب سنہ ۱۹۴۱ء ہے۔ گویا اس یادگار کو قائم ہوئے ابھی صرف ۲۳ سال ہوئے ہیں۔ مگر اس ۲۳ سال کے اندر اندر یہ تحریک اپنی ساری طاقت اور دلکشی کھو بیٹھی ہے۔

اس کے مقابلہ میں

خدا تعالےٰ کا ایک مامور اور مرسل

ایسے تاریک زمانہ میں پیدا ہوا۔ جس کی تاریخ تک محفوظ نہیں۔ اور ایسے ملک میں مبعوث ہوا۔ جہاں کے رہنے والوں کو اگر وہ سمندر پار جاتے۔ تو دھرم سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ اور خشکی کے ذریعہ بھی اگر کوئی ہندوستان سے باہر جاتا۔ تو اُسے بے دین سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد اسے بڑی بڑی عبادتیں کرنی پڑتی تھیں اور بڑے بڑے جرمانے ادا کرنے پڑتے تھے۔ تب اُسے قوم میں داخل کیا جاتا تھا۔ گویا اپنے ملک کے اندر ہی محدود رہنے والی ایک قوم جس کا غیر ممالک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ اُس کے ایک چھوٹے سے واقعہ کو صرف اس وجہ سے کہ وُہ خدا تعالےٰ کے ایک مامور اور مرسل کے ساتھ پیش آیا۔ خدا تعالےٰ نے ہزارہا سال سے قائم کیا ہوا ہے۔ اور زمانہ اس یادگار کو مٹا نہیں سکا۔ حالانکہ رام چندر جی کے ساتھ اُس وقت لاکھوں یا کروڑوں آدمی نہیں تھے۔ اُن کا باپ ایک چھوٹی سی ریاست کا راجہ تھا۔ پس ان کے ساتھ کسی واقعہ کا پیش آنا ایسا ہی تھا۔ جیسے کپور تھلہ یا اس سے کم درجہ کی کسی ریاست کے راجہ کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آجائے۔ مگر صرف اس لئے کہ وُہ انسان خدا تعالےٰ کا پیارا تھا۔ اور خدا تعالےٰ سے کامل تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی کامیابی اور فتح کو جو پیشگوئیوں کے ماتحت تھی۔ اتنا عظیم الشان نشان بنا دیا۔ کہ اس فتح کے ہزاروں سال بعد آج جبکہ ہندوستان کی ۳۸ کروڑ آبادی میں سے ۲۰ کروڑ سے زیادہ ہندو ہیں۔ وُہ بیس کروڑ کی تمام آبادی اس روز ایسی خوشیاں مناتی ہے کہ شائد اپنے بیٹے کی پیدائش اور شادی پر بھی کسی نے ایسی خوشی نہیں منائی ہوگی۔

اب دیکھو۔ کجا دو ہزار سال سے زائد عرصہ کا ایک واقعہ جس کا لوگوں کے قلوب پر اتنا عظیم الشان اثر ہے۔ کہ آج بھی اس واقعہ کی یادگار میں ہر ہندو گھر میں خوشی منائی جاتی ہے۔ اور کجا یہ حالت کہ دُنیا میں ایک بہت بڑی جنگ لڑی جاتی ہے اور اس میں تمام حکومتیں حصہ لیتی ہیں۔ مگر وہ ساری حکومتیں مل کر بھی اس کی یادگار میں لوگوں کو دو منٹ خاموش نہیں کرا سکتیں۔ یہ کیسا عظیم الشان فرق ہے۔ اور

خدا کے فعل اور بندے کے فعل

میں کتنا نمایاں امتیاز نظر آتا ہے۔

پھر اس واقعہ کے ساتھ ہی ایک اور عظیم الشان واقعہ مجھے یاد آیا۔ جو دشمنوں کے مقابلہ میں رام چندر جی کی فتح سے بھی زیادہ شاندار ہے۔

رام چندر جی کی فتح کا نشان تو اس لئے مقرر کیا گیا تھا۔ کہ خدا کا ایک مامور اور مرسل اپنے گھر سے نکال دیا گیا تھا وطن سے بے وطن کر دیا گیا تھا۔ مگر پھر خدا اسے فاتح اور کامیاب کر کے اور درمیانی مشکلات کو دُور کر کے اپنے ملک میں واپس لایا۔ اور اُسے اپنی قوم کی اصلاح کا موقعہ دیا۔ مگر ایک اور شخص تھا۔ جو رام چندر جی سے بھی پہلے گزرا تھا۔ نام بھی اس کا رام سے ہی ملتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگ اسی اشتراک کی وجہ سے اس طرف چلے گئے ہیں۔ کہ

رام اور ابراہیم

ایک ہی شخص تھے۔ اگر وُہ دُنیوی لحاظ سے رام چندر جتنی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا۔ رام چندر کے باپ تو راجہ تھے۔ مگر حضرت ابراہیمؑ ایک معمولی زمیندار کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور وُہ بھی بعد میں زمیندار بنے پہلے اپنے چچا کی دوکان پر مال بیچا کرتے تھے۔ اور وُہ دوکان بُتوں کی تھی۔ ان کا باپ بچپن میں فوت ہو چکا تھا۔ چچا نے انہیں اپنی دوکان پر بٹھا دیا۔ مگر ان کا

سودا بیچنے کا طریق

عجیب تھا۔ یہودی تاریخوں میں آتا ہے۔ کہ ایک دن دوکان پر ایک بڈھا شخص آیا حضرت ابراہیم نے اس سے پوچھا۔ کہ تمہیں کیا چاہیئے۔ اس نے کہا مجھے ایک بُت کی ضرورت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دوکان کے تمام بُت اُٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اور کہا۔ کہ ان میں سے جو پسند آئے۔ وُہ لے لو۔ اس نے خوب دیکھ بھال کے بعد ایک بُت چُنا اور جب اس کی قیمت دینے لگا۔ تو باوجود اس کے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عُمر اس وقت صرف چودہ پندرہ سال کی تھی۔ وُہ قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ بڈھا اُن سے کہنے لگا۔ کہ لڑکے تم ہنسے کیوں ہو؟ انہوں نے کہا۔ بابا آپ کی عُمر کیا ہوگی۔ اس نے ستر بہتر یا اسّی سال عمر بتائی حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سُنکر پھر ہنسے۔ اور کہنے لگے۔ میرا چچا یہ بُت کل بنا کر لایا ہے۔ کیا اتنی بڑی عمر کے ہو کر تمہیں اس بُت کے آگے سر جھکاتے ہُوئے شرم نہیں آئیگی۔ اس بات کا اُس بڈھے پر ایسا اثر ہوا کہ اُس نے بُت وہیں پھینکا۔ اور چلا گیا۔

آپ کے چچیرے بھائیوں نے اس واقعہ کی اپنے باپ سے شکایت کی۔ اور کہا۔ کہ اگر ابراہیم دوکان پر بیٹھا رہا۔ تو وُہ اسے اجاڑ دے گا۔ چنانچہ چچا نے ان کو دوکان سے اُٹھا دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے کئی تکالیف کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ اور کنعان میں آ گئے۔ یہاں آکر انہوں نے کچھ گلے بکریوں کے رکھ لئے۔ اور انہی پر گذارہ کرنا شروع کر دیا آہستہ آہستہ خدا نے ان کو برکت دی۔ اور شائد سَو دو سَو بکریاں اور پندرہ بیس گائیں اُن کے پاس ہو گئیں۔ یہ اُن کی کل جائداد تھی۔ گویا دُنیوی لحاظ سے رام چندر جی کی دُنیوی حیثیت کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔ مگر

ابراہیمؑ کی یاد

کو بھی چونکہ خدا نے ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنا تھا۔ اس لئے خدا نے ابراہیم سے کہا۔ کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی وقت چُھری کا لی بچے کو لٹایا۔ اور چاہا۔ کہ اُسے ذبح کر دیں۔ اتنے میں خدا نے اُن پر الہام نازل کیا۔ کہ

یا ابراھیم قد صدّقت الرؤیا

اے ابراہیم اس بات کو جانے دے۔ تُو نے جو کچھ دیکھا تھا۔ اسے اپنی طرف سے تُو نے پُورا کر دیا ہے۔ مگر ہمارا یہ منشا نہیں تھا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اس رؤیا میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بیٹا مکّہ کے بے آب و گیاہ علاقہ میں چھوڑنا پڑے گا۔ تاکہ وہاں ان لوگوں کی آبادی ہو۔ جو خدا تعالےٰ کی عبادت کرنے والے اعتکاف کرنے والے۔ اور دین کی خدمت کرنے والے ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو وہاں جا کر چھوڑ دیا۔ اور خدا تعالےٰ نے رفتہ رفتہ ایسے حالات پیدا کر دیئے۔ کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام دونوں نے

کعبہ کی دوبارہ بُنیاد

رکھی۔ اور اس طرح اسلام کی بُنیاد کعبہ کی بنیاد کے ساتھ ہی قائم کر دی گئی۔ عید الاضحیہ جسے بڑی عید بھی کہتے ہیں۔ درحقیقت اسی قربانی کی یادگار ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی پھر دیکھ لو۔ اس دن کو مسلمان کیسی خوشی کے ساتھ مناتے ہیں۔ امیروں کو جانے دو۔ کئی غربا بھی

عید کے دن جانوروں کی قُربانی

کرتے اور اپنے دل میں بہت بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ عید کے دن اتنا گوشت ہوتا ہے۔ کہ اگر مسلمان صحیح طور پر تقسیم کریں۔ تو کوئی گھر ایسا نہ رہے جس میں گوشت نہ پہنچ جائے مکہ میں تو گوشت کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ دُنبوں کو ذبح کر کے گڑھوں میں دبا دیا جاتا ہے۔ حج کے دنوں میں پچاس ساٹھ ہزار حاجی جمع ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ لاکھ ڈیڑھ لاکھ آدمی بھی اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر ہر شخص صرف اپنی طرف سے ہی قربانی نہیں کرتا بلکہ کوئی اپنے ماں باپ کی طرف سے قربانی کرتا ہے اور کوئی کسی اور رشتہ دار اور دوست کی طرف سے۔ میں نے ہی سات آٹھ دُنبے قربانی کئے تھے جن میں اپنے علاوہ ایک ایک دُنبہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اول رض کی طرف سے بھی تھا۔ اور جو زیادہ حیثیت رکھنے والے ہیں۔

وہ تو بیس بیس تیس تیس دنبے قربانی کرتے ہیں۔ اس طرح دنبوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو کر لاکھوں تک پہونچ جاتی ہے۔ اتنے دنبوں کو بھلا کون کھا سکتا ہے اسی لئے گورنمنٹ نے گڑھوں کا انتظام کیا ہوا ہوتا ہے۔ قصاب چھری پھیرتے اور کھال اتار کر فوراً گڑھے میں ڈال دیتے ہیں۔ البتہ ایسے موقعہ پر ادھر ادھر سے اعراب آ جاتے ہیں۔ اور وہ بعض موٹے تازے دنبے چھین جھپٹ کر لے جاتے ہیں۔ میں نے ہی جب دنبے ذبح کرانے چاہے۔ تو قصاب کہنے لگا ذرا احتیاط سے کھڑے ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی چھین کر لے جائے۔ کیونکہ آپ کے ایک دو دنبے بہت اچھے ہیں۔ میں نے تو اسے ہنسی ہی سمجھا۔ مگر اس نے چھری پھیر کر ابھی اٹھائی بھی نہ تھی۔ کہ میں نے دیکھا دنبہ گھسٹتا ہوا جا رہا ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ پس بیشک ایسا بھی ہوتا ہے کہ بدوی آ کر گوشت لے جاتے ہیں۔ مگر وہ بھی ایسا دنبہ لے جاتے ہیں جو چُنندہ ہو۔ ورنہ وہاں اتنا دنبہ ذبح ہوتا ہے۔ کہ جیسے بوجھ اٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اسی طرح لوگ دنبوں کو ذبح کر کے اور گڑھوں میں دبا کر چلے آتے ہیں؛

تو

یہ دن

ساری دنیا میں نہائت اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ اور لوگ اس قدر جوش سے قربانی کرتے ہیں۔ کہ ہندو مسلم فساد اس عید کا نشان مقرر ہو گیا ہے۔ گویا صرف بکرے اور دنبے وغیرہ ہی ذبح نہیں ہوتے۔ بلکہ کچھ ہندوؤں اور مسلمانوں کا خون بھی اس دن گرایا جاتا ہے۔ یہ جوش لوگوں کی طبائع میں آخر کیوں پایا جاتا ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے طبائع میں یہ جوش پیدا کیا ہے۔ ورنہ کہاں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ

جو آج سے چار ہزار سال پہلے آئے۔ اور جن سے ساری دنیا کا نہ کوئی قومی تعلق تھا نہ مذہبی نہ نسلی اور نہ سیاسی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کوئی بڑے بادشاہ نہیں تھے۔ اور نہ کوئی بڑے عالم تھے (عالم سے میری مراد دنیوی علوم جاننے والے کی ہے۔ جیسے سیاست دان یا ریاضی دان وغیرہ ہوتے ہیں) پھر نہ وہ کوئی مشہور طبیب تھے۔ نہ فلسفی تھے نہ موجد تھے نہ سیاست دان تھے۔ انہوں نے ریاضی کی کوئی دریافت کی تھی۔ اور نہ جغرافیہ یا علم ہیئت وغیرہ میں کمال حاصل کیا تھا صرف انہوں نے

اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ

کیا تھا۔ حالانکہ یہ بات ایسی ہے جو ہندوستان میں آجکل بھی پائی جاتی ہے۔ اور سینکڑوں بچے دیویوں پر قربان کر دیئے جاتے ہیں۔ کئی ظالم لوگ اپنی مالی تکالیف دور کرنے کے لئے اپنے یا کسی اور کے بچہ کو لکشمی دیوی کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ مصائب سے نجات حاصل کرنے کے لئے کالی دیوی کے سامنے اپنے یا کسی اور کے بچہ کو ذبح کر دیتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس طرح ان کی مصیبتیں دور ہو جائیں گی اور ان کے دل اتنے سخت ہوتے ہیں کہ اس کا ان کی طبیعت پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

سینکڑوں واقعات

اس قسم کے ہوتے رہتے ہیں۔ اور سینکڑوں بچے کالی دیوی یا لکشمی دیوی پر قربان کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر ان قربانی کرنے والوں کو کوئی جانتا بھی نہیں زیادہ سے زیادہ ان کو اگر کوئی جانتا ہے تو پولیس والے جو مجرموں کو ہتھکڑی لگا لیتے ہیں۔ پھر ان پر مقدمہ چلتا ہے۔ اور آخر انہیں سزا ہو جاتی ہے۔ اس پر بعض اخبارات والے کوئی مضمون شائع کر دیتے ہیں۔ اور ان کے پچاس ساٹھ پرچے زیادہ بک جاتے ہیں۔ مگر دوسرے دن کوئی جانتا بھی نہیں۔ کہ کیا ہوا تھا۔ اور ایک سال کے بعد تو تمام واقعات لوگوں کے ذہن سے اتر جاتے ہیں مگر اس کے مقابلہ میں تم دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے کو مارا نہیں۔ بلکہ اسے مارنے کے لئے صرف اپنی چھری اٹھائی تھی۔ مگر

اس چھری اٹھانے کو

خدا نے اتنی اہمیت دی اتنی اہمیت دی کہ قوموں کی قومیں۔ ملکوں کے ملک۔ اور نسلوں کی نسلیں اس واقعہ کو یاد کر کے خوشی مناتی ہیں۔ ہندوستان میں بھی خوشی منائی جاتی ہے۔ عرب میں بھی خوشی منائی جاتی ہے۔ ایران میں بھی خوشی منائی جاتی ہے۔ چین میں بھی خوشی منائی جاتی ہے سماٹرا میں بھی خوشی منائی جاتی ہے۔ جاوا میں بھی خوشی منائی جاتی ہے۔ سنگاپور میں بھی خوشی منائی جاتی ہے۔ ملایا میں بھی خوشی منائی جاتی ہے۔ امریکہ کے مختلف علاقوں میں بھی خوشی منائی جاتی ہے۔ غرض کس کس ملک کا نام لیا جائے۔ کوئی بھی ایسا علاقہ نہیں جہاں مسلمان ہوں۔ اور یہ عید نہ منائی جاتی ہو۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچہ کو ذبح نہیں کیا تھا بلکہ ذبح کرنے کے ارادہ سے انہوں نے صرف چھری اٹھائی تھی۔

اب دیکھو کجا تو یہ حالت ہے کہ ساٹھ لاکھ آدمی ایک جنگ میں مارا جاتا ہے۔ مگر بیس سال تک قومیں اور حکومتیں مل کر بھی اس کی یادگار کو قائم نہیں رکھ سکتیں اور کجا یہ حالت کہ ابراہیم جو سو دو سو بکریوں اور تیس چالیس گائیوں کا مالک تھا۔ وہ خدا کے حکم کے ماتحت اپنے بچہ کو ذبح کرنے کے لئے صرف چھری اٹھاتا ہے۔ اور خدا اس کی یادگار کو دنیا میں ہمیشہ کے لئے قائم کر دیتا ہے۔ اور آج تک وہ دنیا کے ہر حصہ میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ یہ تو وہ عید ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر روزوں کی عید

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عید

ہے۔ کیونکہ اس عید کا کسی پہلے زمانہ میں پتہ نہیں لگتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی یہ عید جاری ہوئی ہے مگر دیکھ لو اس دن بھی مسلمان کتنی خوشیاں مناتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی خوشیاں مناتے ہیں۔ جن کی حالت پر رونا آتا ہے چنانچہ کئی لوگ تو ایسے ہوتے ہیں۔ جو مہینہ بھر فاقہ کرتے ہیں۔ اور رمضان کے دن پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں۔ مگر کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو رمضان میں بھی فاقہ کرتے ہیں۔ اور عید کو بھی فاقہ سے رہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی عید کے دن ان کے چہروں سے خوشی اس طرح پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہو رہی ہوتی ہے۔ کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے موٹے دنبوں کی چربی کا پلاؤ کھا کر وہ باہر آئے ہیں۔

اب غور کرو۔ اس

خوشی کی کیا وجہ ہے؟

اور کیوں مسلمان اس عید کے دن خوش ہوتا ہے۔ اگر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو گا۔ کہ ایک مسلمان آج کے دن اس لئے خوش ہوتا ہے۔ کہ آج ہمارے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے تھے۔ پس چونکہ آج رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے تھے۔ اس لئے ہر مسلمان بھی آج خوش ہوتا ہے۔ اور یہ چیز ایسی ہے جو فطرت انسانی میں داخل ہے۔ فطرتاً ہر انسان جب اپنے محبوب کو کسی بات پر خوش دیکھتا ہے۔ تو وہ بھی خوش ہوتا ہے۔ اس کی

ایک نہائت لطیف مثال

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واقعہ میں ملتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ جب مہمان آتے تو کچھ خود رکھ لیتے۔ اور باقی کے لئے آپ مسجد میں اعلان فرما دیتے۔ کہ اتنے مہمان آئے ہوئے ہیں کون کون دوست انہیں اپنے گھروں میں لے جا کر کھانا کھلا سکتے ہیں۔ اس پر کوئی ایک مہمان کو اور کوئی ایک سے زیادہ مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ اور اس طرح ان کی مہمان نوازی ہو جاتی؛

ایک دفعہ ایک مہمان آیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں۔ آپ نے مسجد میں اعلان کر دیا۔ کہ ایک دوست مہمان آئے ہیں۔ کوئی انہیں اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے تو لے جائے۔ اس پر ایک غریب صحابی کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ انہیں میرے سپرد کر دیجئے۔

چنانچہ وہ مہمان کو اپنے ساتھ لیکر گھر گئے اور بیوی سے پوچھا۔ کہ کچھ کھانے کو ہے اس نے کہا۔ کہ کچھ تھوڑا سا کھانا تو موجود ہے مگر وہ بچوں کے لئے بھی بمشکل کفایت کر سکے گا۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ ہم کھانا اپنے بچوں کو کھلا دیں۔ اور خود بھوکے رہیں۔ انہوں نے کہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تحریک پر ایک مہمان کو میں اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔ اس لئے بچوں کو دلاسہ دے کر بھوکا ہی سلا دو۔ اور کھانا مہمان کو کھلا دو۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ میں ایسا ہی کروں گی۔ مگر ایک مشکل ہے۔ اور وہ یہ کہ عرب کا مہمان اکیلا کھانا نہیں کھا سکتا۔ وہ ضرور اصرار کرے گا۔ کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھانا کھائیں۔ اور چونکہ کھانا صرف اسی کے لئے ہے۔ اس لئے ہمیں سخت مشکل پیش آئے گی۔ ہم اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے سے انکار بھی نہیں کر سکیں گے۔ اور کھا بھی نہیں سکینگے کیونکہ کھانا تھوڑا ہے۔ (پردہ کا حکم اس وقت تک نازل نہیں ہوا تھا) اور عرب کے دستور کے مطابق مہمان گھر والوں کو بھی کھانے میں اپنے ساتھ شامل کرنے پر اصرار کیا کرتا تھا۔ آخر کچھ سوچنے کے بعد وہ صحابی کہنے لگے۔ میرے نزدیک اس کا حل یہ ہے۔ کہ جب ہم سب کھانا کھانے بیٹھیں۔ تو میں تمہیں کہوں گا۔ کہ روشنی ذرا تیز کر دو۔ اور تم نے اسوقت روشنی ٹھیک کرنے کے بہانہ سے اٹھکر چراغ کو گل کر دینا۔ اس پر میں کہوں گا۔ کہ اب تو اندھیرا ہو گیا۔ اور یہ ٹھیک نہیں۔ اسلئے کسی ہمسایہ کے گھر جا کر آگ جلا لاؤ۔ اور تم نے یہ جواب دے دینا۔ کہ اس وقت ہمسائے سو چکے ہیں انہیں تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے اندھیرے میں ہی کھانا کھا لیا جائے مہمان بھی کہے گا۔ کہ تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اندھیرے میں ہی کھانا کھا لیتے ہیں۔ اس پر اندھیرے میں ہم اس کے ساتھ بیٹھ جائیں گے۔ اور منہ ہلا کر کھانا کھانے کی آواز نکالتے جائیں گے۔ وہ سمجھیگا۔ کہ ہم اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ عورت نے بچوں کو دلاسہ دے کر بھوکا سُلا دیا۔ اور جب مہمان کے ساتھ میاں بیوی کھانا کھانے بیٹھے۔ تو میاں اپنی بیوی سے کہنے لگا۔ کہ ذرا روشنی تیز کر دو۔ اُن دنوں مٹی کے دیئے ہوا کرتے تھے۔ اس نے روشنی ٹھیک کرنے کے بہانہ سے اٹھ کر چراغ کو گل کر دیا۔ اور اندھیرا ہو گیا۔ وہ صحابی کہنے لگے۔ اب کسی ہمسایہ کے گھر جا کر آگ مانگ لاؤ۔ وہ کہنے لگی ہمسائے سب سو چکے ہیں۔ اب میں کہاں سے روشنی لاؤں۔ اندھیرے میں ہی کھانا کھا لو۔ مہمان بھی کہنے لگا۔ تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے، اندھیرے میں ہی کھانا کھا لیتے ہیں۔ چنانچہ اندھیرے میں ہی کھانا کھانا شروع کر دیا گیا۔ اور وہ دونوں اس کے ساتھ بیٹھ کر خالی منہ ہلا ہلا کر کھانے کی آواز پیدا کرنے لگے۔ مہمان یہ خیال کرتا رہا۔ کہ وہ بھی ساتھ ہی کھانا کھا رہے ہیں۔ مگر دراصل وہ کچھ کھا نہیں رہے تھے۔ جب صبح ہوئی۔ تو وہ صحابی نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں گئے۔ نماز کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ آج

خدا نے عرش سے مجھے ایک بات بتائی ہے

پھر اس کے بعد آپ نے یہ تمام واقعہ سنایا۔ کہ کس طرح ایک شخص رات کو ایک مہمان اپنے ہاں لے گیا۔ اور اس نے اپنی بیوی سے مشورہ کرنے کے بعد بچوں کو بھوکا سلا دیا۔ روشنی گل کر دی۔ اور خود اس کے ساتھ بیٹھ کر خالی مونہہ ہلا ہلا کر کھانے کی آواز نکالتے رہے۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آپ زور سے ہنسے قہقہہ مار کر نہیں۔ کیونکہ قہقہہ مارنا آپ کی عادت نہیں تھی۔ بلکہ نسبتاً کچھ بلند آواز سے۔ پھر آپ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ ہمیں تو معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خدا اس واقعہ کو دیکھ کر

عرش پر ہنسا

اس لئے میں بھی اس واقعہ پر ہنس پڑا۔ یہی حال اس دن مسلمانوں کا ہوتا ہے ان کی خوشی بھی اس دن کھانے کے لئے نہیں ہوتی۔ بلکہ اس لئے ہوتی ہے۔ کہ ان کا آقا اور محبوب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن خوش ہوا تھا۔

گو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ بعض لوگوں کے لئے رمضان ایسا ہی آتا ہے۔ جیسے گھوڑے کے لئے خوید ہوتی ہے۔ وہ بھی ان دنوں خوب گھی استعمال کرتے اور قسم قسم کے مرغن کھانے کھاتے ہیں۔

سحری اور افطاری

کا خاص طور پر انتظام کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ رمضان تو لوگوں کو دبلا کرنے کے لئے آتا ہے۔ مگر وہ رمضان کے بعد پہلے سے بھی زیادہ موٹے ہو جاتے ہیں۔ اور کئی لوگ تو ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو روزہ تو نہیں رکھتے۔ مگر افطاری ضرور کرتے ہیں۔ لطیفہ مشہور ہے۔ کہ ایک لونڈی تھی۔ جو سحری کے وقت ضرور اٹھا کرتی تھی۔ مگر روزہ نہیں رکھتی تھی ایک دن اس کی مالکہ نے اسے کہا۔ کہ لڑکی تو اپنی نیند کیوں خراب کرتی ہے جب تو نے روزہ نہیں رکھنا ہوتا۔ تو سحری کے وقت اٹھنے کا کیا فائدہ؟ وہ کہنے لگی۔ بی بی نماز میں نہیں پڑھتی روزہ میں نہیں رکھتی۔ اب سحری بھی نہ کھاؤں۔ تو کافر ہی ہو جاؤں۔ گویا شریعت کے تین ارکان ہیں۔ نماز۔ روزہ اور سحری بچوں کو دیکھا جائے تو وہ بھی سحری کے وقت ضرور اٹھتے ہیں۔ مگر دن بھر انہیں روزہ کا خیال تک نہیں آتا۔ تو رمضان بھی آسودہ حال لوگوں کے لئے خوید بن جاتا ہے اور وہ اس قدر مرغن غذائیں ان دنوں استعمال کرتے ہیں۔ کہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی عید کے دن وہ خاص خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ایک اور طبقہ ہے جس کے لئے

رمضان اور عید دونوں یکساں

ہوتے ہیں۔ رمضان میں بھی انہیں روٹی نہیں ملتی۔ اور عید کے دن بھی انہیں روٹی نہیں ملتی۔ صرف ایک چھوٹا سا طبقہ ایسے لوگوں کا رہ جاتا ہے۔ جو صحیح طریق پر روزے رکھتے ہیں۔ اور پھر ان روزوں کے ختم ہونے پر اس وجہ سے کہ تکلیف کے دن جاتے رہے۔ وہ راحت اور آرام محسوس کرتے ہیں۔ اور سچے ایما ندار (?) تو پھر ان میں اور بھی کم ہوتے ہیں۔ مگر ان کے لئے رمضان کا جانا کسی خوشی کا موجب نہیں۔ بلکہ رنج کا موجب ہوتا ہے۔ اگر صرف رمضان کے گذرنے کا سوال ہوتا تو سچے مومن اس دن خوش ہونے کی بجائے غمگین ہوتے۔ مگر وہ صرف اسلئے خوش ہوتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن خوش ہوئے تھے۔ ورنہ ہم نے تو دیکھا ہے

رمضان کے ختم ہونے پر

بہت لوگ حسرت کیساتھ آہیں بھر کر کہتے ہیں۔ کہ بڑی برکتوں کے دن تھے جو چلے گئے۔ اب کوئی خوش نصیب ہی ہونگے جو اگلے سال پھر رمضان پائیں گے۔ اور پھر انہیں خاص عبادت اور دعاؤں کا موقعہ ملے گا۔ پس ان کے لئے رمضان کا فاقہ کسی دکھ کا موجب نہیں۔ بلکہ راحت اور آرام کا موجب ہوتا ہے۔ اور انہیں رمضان کے ہر فاقہ میں (?) رحمت کے خزانے پوشیدہ نظر آتے ہیں۔ پس عید کے دن ہمارا خوش ہونا اس لئے نہیں ہوتا۔ کہ رمضان گذر گیا۔ بلکہ درحقیقت ہماری عید کی خوشی اسلئے ہوتی ہے۔ کہ اس روز محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے تھے۔ پس یہ عید محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی یادگار ہے اور عید الاضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے۔ اب دیکھو اس عید کے آنے پر کسطرح

تمام دنیا کے مسلمانوں میں خوشی کی ایک لہر

دوڑ جاتی ہے۔ اور کس طرح تمام مسلمان خواہ وہ مشرق میں رہتے ہوں۔ یا مغرب میں اس دن کو مناتے ہیں۔ اور یہ عید چند سالوں سے نہیں۔ بلکہ ساڑھے تیرہ سو سال سے منائی جاتی ہے۔ مگر ساڑھے تیرہ سو سال گذرنے کے باوجود اسی جوش اور اسی شوق کے ساتھ اس عید کو منایا جاتا ہے جس جوش اور جس خوشی کے ساتھ شروع میں اس عید کو منایا گیا تھا۔ اور اس ایک دن کی خوشی لانے کیلئے مسلمان تیس دن کے روزے رکھتے اور مسلسل تیس دن اللہ تعالےٰ کیلئے فاقہ کرتے ہیں محض اسلئے کہ انہیں وہ خوشی حاصل ہو۔

جو محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس روز حاصل ہوئی تھی۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی اس لئے تھی کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ میری قوم خدا کے لئے فاقے برداشت کرنے اور خدا کے لئے اپنی نیند ترک کرنے اور خدا کے لئے اپنی نسل کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئی ہے۔ یہی نکتہ تھا جس کی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوشی ہوئی۔ آپ نے جب دیکھا کہ مسلمان خدا کے لئے تیس دن فاقہ برداشت کرتے رہے ہیں۔ تیس دن تک وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں کرتے رہے ہیں۔ اور تیس دن تک وہ مشقت اور تکالیف برداشت کرتے رہے ہیں۔ تو تیس دن کی اس قربانی کے بعد

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی

کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ خدا کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ میرے ذریعہ اس نے ایک ایسی قوم تیار کر دی ہے۔ جو خدا کے لئے فاقہ کرنے خدا کے لئے عبادتیں کرنے خدا کے لئے دعائیں کرنے اور خدا کے لئے اپنی نیند ترک کرنے کے لئے تیار ہے۔

غرض

خوشی کے وہ ایام جو مذاہب نے مقرر کئے ہیں

ان کو آج تک ہزاروں سال کا عرصہ گذرنے کے باوجود بڑے جوش کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ مگر جو ایام قومیں یا حکومتیں مقرر کرتی ہیں۔ وہ چند سالوں میں ہی اپنی تمام دلکشی کھو بیٹھتے ہیں۔ عیسائیوں میں ہی جو مذہبی عیدیں مقرر ہیں۔ وہ ہر گوشۂ عالم میں بڑے جوش سے منائی جاتی ہیں۔ ان کے لئے لنڈن کی ضرورت نہیں۔ ان کے لئے گورنمنٹ کے انتظام کی ضرورت نہیں۔ ایک غریب سے غریب شخص جو سکاٹ لینڈ کے ایک جھونپڑے میں رہتا ہو۔ وہ بھی کسی مذہبی خوشی کے دن اپنے گھر میں بیٹھ کر عید منا رہا ہوتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ دنیا کے سارے میلے اسی کے گھر میں جمع ہیں۔ یہی حال یہودیوں اور سکھوں وغیرہ کا ہے۔ جو ایام سکھوں کے گوروؤں نے مقرر کئے ہیں۔ وہ سینکڑوں سال گذرنے کے باوجود آج بھی اس خوشی کے ساتھ منائے جاتے ہیں۔ کہ لوگ اپنی ذاتی خوشیاں اس دن بھول جاتے ہیں اور ان مذہبی ایام کی خوشیوں میں شریک ہو جاتے ہیں۔

یہ کتنا بڑا امتیاز اور کتنا

عظیم الشان نشان

ہے۔ جو ہمیں نظر آتا ہے۔ کہ دنیا میں ایک طرف ایک اتنی بڑی جنگ لڑی جاتی ہے جس میں پندرہ بیس حکومتیں شامل ہوتی ہیں لاکھوں آدمی مارے جاتے ہیں۔ اور پھر جب وہ جنگ ختم ہوتی ہے۔ تو حکومتیں فیصلہ کرتی ہیں۔ کہ اس کی یادگار میں فلاں دن منایا جایا کرے۔ مگر ابھی ۲۲ سال بھی نہیں گذرتے۔ کہ وہ دن اپنی تمام شان کھو بیٹھتا ہے۔ صرف چند شہروں میں اسے رسمی طور پر منایا جاتا ہے۔ اور محض اس ڈر سے کہ لوگ تعمیل نہیں کریں گے صرف دو منٹ خاموش رہنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ مگر دو منٹ چپ رہنے والے بھی نہیں ملتے۔ اور جو لوگ اس دن خوشی مناتے ہیں۔ ان میں سے اکثر صرف اس لئے خوشی مناتے ہیں۔ کہ ڈپٹی کمشنر یا کمشنر یا گورنر سے جا کر کہہ سکیں کہ ہم نے اس دن یہ کام کیا ہے۔ تا کہ خطاب کی لسٹوں میں یا آنریری مجسٹریٹوں کی لسٹ میں ان کا نام آ جائے۔ مگر دیوالی کے لئے۔ عید کے لئے۔ ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں کے دوسرے مذہبی ایام کے لئے

بغیر کسی تحریک کے

بے انتہاء جوش ہوتا ہے۔ ہر مقام پر ہر شخص ان دنوں میں خوشی مناتا ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان دنوں کی خوشی ہر مذہب کے مومنوں کے لئے ایسی زیادہ ہوتی ہے۔ کہ کئی مخلص ایسے نکلیں گے۔ کہ اگر انہیں کہا جائے کہ تم اپنی عید نہ مناؤ۔ تمہیں آنریری مجسٹریٹ بنا دیا جائے گا۔ تو وہ کہیں گے کہ ہم دس لاکھ لعنت تمہاری آنریری مجسٹریٹی پر ڈالتے ہیں اور ہم اپنی عید چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ کتنا عظیم الشان فرق ہے۔ جو خدا کے کاموں میں۔ اور دنیا کے کاموں میں نظر آتا ہے۔ اور کس طرح اس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جس بات کو خدا تعالےٰ قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ خود بخود دلوں میں گھر کرتی چلی جاتی ہے۔ اور کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کو مٹا نہیں سکتی۔ مگر جس چیز کو دنیا قائم کرنا چاہتی ہے۔ وہ نہایت ادنیٰ۔ نہایت کمزور اور نہایت ناپائیدار ہوتی ہے۔ اس سے ہمیں

یہ سبق حاصل ہوتا ہے

کہ ہم سب کو یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ہماری خوشیاں وہ ہوں۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آئیں۔ تا کہ ان کو پائیداری۔ اور دوام حاصل ہو۔ اپنی ذاتی خوشیاں نہ ہوں۔ اور نہ گورنمنٹوں کی تجویز کی ہوئی خوشیاں ہوں۔ بلکہ ہماری تمام خوشیاں اور ہماری تمام مسرتیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوں۔ تا کہ وہ ہمارے لئے اور ہماری آئندہ نسلوں کے لئے صحیح معنوں میں راحت اور آرام کا موجب ہوں اور ان کو بقا۔ اور دوام حاصل ہو۔

امتحان "مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت"

امتحان "مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت" کی تاریخ کے بارہ میں تبدیلی کا اعلان قبل ازیں کیا جا چکا ہے۔ یہ امتحان اب انشاء اللہ ۱۶۔ نبوت (نومبر) کو ہو گا۔ رمضان المبارک کی مصروفیات کی وجہ سے ابھی تک امیدواران کے اسماء قلیل تعداد میں اور بعض مقامات سے بالکل ہی موصول نہیں ہوئے۔ چونکہ احباب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہیں اب معقول وقت امتحان کی تیاری کے لئے مہیا کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اب وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں امتحان میں شریک ہوں گے۔ قائدین اور زعماء کرام کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ وہ پورے جوش۔ اخلاص اور ہمت سے کام لیتے ہوئے کثرت سے احباب اور خواتین کو اس امتحان میں شامل کرنے کی کوشش فرمائیں۔ جن مقامات سے فہرستیں نامکمل صورت میں ارسال کی گئی ہیں۔ وہ از سر نو انہیں مکمل کر کے ارسال فرمائیں۔ اور جو مجالس اس امر کے سر انجام دینے سے ہی قاصر رہی ہیں وہ اب فہرستوں کی تیاری میں مصروف ہو جائیں۔ اور جلد از جلد انہیں مرتب فرما کر مع فیس داخلہ بحساب ار فی کس ارسال فرمائیں۔ امید ہے۔ وہ فرض شناسی کے اعلےٰ نمونہ کا ثبوت دیتے ہوئے اس مقدس اور اہم فریضہ کو کما حقہٗ سر انجام دے کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ عبد اللطیف مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

احباب سے ضروری التماس

"الفضل" مورخہ ۳۰ و ۳۱ر اکتوبر ۱۹۴۱ء میں ان احباب کے اسماء گرامی شائع ہو چکے ہیں جن کا چندہ ختم ہے۔ یا قریب الاختتام ہے۔ امید ہے۔ تمام احباب جلد سے جلد چندہ ارسال کرنے کی سعی فرمائیں گے۔ جن احباب کی طرف سے ۱۰ر نومبر ۱۹۴۱ء تک چندہ بذریعہ منی آرڈر یا بذریعہ محاسب وصول نہ ہوگا۔ ان کے نام وی۔ پی ارسال کر دیئے جائیں گے۔ ہم احباب سے التجا کرتے ہیں۔ کہ وہ انہیں وصول فرما کر ممنون فرما دیں۔ احباب کو معلوم ہے۔ کہ کاغذ کی شدید گرانی نے ہماری کمریں توڑ رکھی ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہیئے۔ کہ اس نہایت ہی نازک دور میں ہر ممکن تعاون فرمادیں اور حتی الامکان ہمیں نقصان سے بچائیں۔ (مینیجر)

نارتھ ویسٹرن ریلوے

۱۔ جنرل سٹورز نارتھ ویسٹرن ریلوے مغلپورہ میں اسسٹنٹ موٹر مستری (میکنک) کی ایک عارضی اسامی جسکا مشاہرہ ۲/۶ - ۳/- - ۲/۱۲/- یومیہ ہے۔ کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ صرف مسلمان درخواست کریں۔ ۲۔ امیدواران کو کم سے کم موٹر میکنک کی ماہرانہ سروس کا سہ سالہ تجربہ حاصل ہونا چاہیئے۔ وہ فسٹ کلاس میکنک ہونے چاہئیں۔ اور لاریوں اور ٹرکس کے انجنوں کو اچھی طرح اوورہال کرنے مرمت کرنے اور بہترین حالت میں رکھنے کی قابلیت رکھتے ہوں۔ ۳۔ درخواستوں کے ساتھ اسناد کی نقول اور عمر کا ثبوت ضرور آنا چاہیئے۔ ۴۔ جن امیدواروں کی درخواستیں منتخب کی جائیں گی۔ انہیں انٹرویو کیلئے بلایا جائیگا اور انہیں اپنے خرچ پر آنا ہوگا۔ ۵۔ تقرر سے پہلے امیدواروں کو مجوزہ ٹریڈ ٹسٹ اور طبی امتحان پاس کرنا ہوگا۔ ۶۔ درخواستیں ڈسٹرکٹ کنٹرولر آف سٹورز۔ این۔ ڈبلیو۔ آر مغلپورہ (لاہور) کے پاس زیادہ سے زیادہ ۳۰ نومبر تک پہنچ جانی چاہئیں۔ لفافوں پر یہ الفاظ درج ہونے چاہئیں۔ "اسسٹنٹ موٹر مستری (میکنک) کی ملازمت کیلئے درخواست" ۷۔ اگر کسی امیدوار نے مندرجہ بالا طریق کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تو یہ صورت اس کے تقرر کے منافی ہوگی۔

ڈسٹرکٹ کنٹرولر آف سٹورز

وصایا

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اس لیئے شائع کی جاتی ہیں۔ تاکہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو۔ تو دفتر کو اطلاع کر دے۔ سکرٹری بہشتی مقبرہ

نمبر ۵۹۷:۔ منکہ فضل النساء بیگم زوجہ مولوی ارجمند خان قوم قریشی عمر ۳۴ سال پیدائشی احمدی سکنہ قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۷ $\frac{9}{41}$ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد ایک مشین قیمتی یکصد روپیہ ہے۔ اور برتن جس کی اوسط قیمت قریباً پچاس روپے ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اور مہر میں اپنے خاوند سے حاصل کر چکی ہوں۔ اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز میرے مرنے کے بعد اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس پر بھی ۱/۱۰ حصہ عائد ہوگا۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم وصیت کردہ سے ادا کروں تو اس رقم میں سے منہا کردی جائیگی۔ نیز اس جائیداد کے علاوہ میرے خاوند سے پانچ روپے ماہوار مجھے جیب خرچ ملتا ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ جو انشاء اللہ ماہوار ادا کرتی رہوں گی۔ العبدہ:۔ فضل النساء بیگم بقلم خود۔ گواہ شد:۔ ارجمند خان خاوند موصیہ گواہ شد:۔ محمد ایوب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر قادیان

نمبر ۵۹۸:۔ منکہ عبدالغفار ولد محمد بٹ صاحب قوم بٹ پیشہ ملازمت عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۲ء ساکن ملک پورہ ڈاکخانہ ہندوارہ ضلع بارہ مولا صوبہ کشمیر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴ $\frac{8}{41}$ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری آمدنی سات روپے ماہوار تنخواہ ہے۔ جو کشمیر کمیٹی قادیان کی طرف سے ملتی ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ جو ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا اور جسقدر ترقی ہوتی جائیگی۔ اسیقدر وصیت میں بھی اضافہ کرتا رہونگا۔ اور اس کے علاوہ بھی اگر کوئی آمد ہوئی تو اسکا بھی ۱/۱۰ حصہ بفضلہ تعالےٰ ادا کرتا رہونگا۔ میری کچھ جائیداد غیر منقولہ بصورت زمین بھی ہے مگر میرے والد صاحب زندہ ہیں۔ ان کے قبضہ میں ہے۔ جب وہ میرے قبضہ میں آئیگی۔ تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ بحوالہ انجمن کردونگا۔ اس کے علاوہ جسقدر میرے مرنے کے بعد منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اور میرے ورثاء

مکمل حکیم ڈاکٹر وید بننے کیلئے

گھر بیٹھے امتحان دیکر یونانی حکمت۔ ہومیوپیتھک آیورویدک وغیرہ کی سندات حاصل کرنے کیلئے آسان قواعد مفت طلب کریں۔

مینیجر اولڈ انڈین میڈیکل کالج انبالہ شہر

حب اٹھرا
اسقاط کا مجرب علاج

جو مستورات اسقاط کی مرض میں مبتلا ہوں۔ یا جنکے بچے چھوٹی عمر میں فوت ہوجاتے ہیں۔ ان کیلئے حب اٹھرا اکسیر و نعمت غیر مترقبہ ہے۔ حکیم نظام جان کو حضرت قبلہ مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ شاہی طبیب دربار جموں وکشمیر نے آپ کا تجویز فرمودہ نسخہ تیار کیا ہے۔

حب اٹھرا کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت تندرست اور اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ اٹھرا کے مریضوں کو اس دوائی کے استعمال میں دیر کرنا گناہ ہے۔

قیمت فی تولہ عہ۔ مکمل خوراک گیارہ تولے یکدم منگوانے پر گیارہ روپے

حکیم نظام جان شاگرد حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

دواخانہ معین الصحت قادیان

ویگن کی فریاد

کس قدر افسوسناک ہے کہ سولہ گھنٹہ سے پڑی ہوں...

اور اب تک خالی نہیں کیگئی...

اور خیال کیجئے کہ میں ہندوستان کے اُس کونے سے بھاگی آئی ہوں...

تاکہ آہستہ برادرس کا اسٹاک ختم نہ ہونے پائے

ویگن کو چلتا پھرتا رکھئے

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لنڈن ۲ر نومبر۔ ماسکو کو آنے والے رستوں پر سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ جنوب کی حالت خطرناک ہے۔ تولا کے مورچے توڑنے میں دشمن کسی قدر کامیاب ہو گیا ہے۔ شمال کی حالت اچھی ہے شمال مغرب اور جنوب مغرب میں کبھی دشمن کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے کبھی روسیوں کا۔ کریمیا میں روسی مورچہ میں سے جو راستہ پیدا کیا گیا تھا۔ اسے دشمن نے اور چوڑا کر دیا ہے۔ جرمنوں کا یہ دعوےٰ درست نہیں۔ کہ وہ روسی فوجوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔

لنڈن ۲ر نومبر۔ کل رات برطانیہ پر دشمن کے چند جہازوں نے حملہ کیا۔ اکا دکا جہاز لنڈن پر بھی پہنچا۔ اور تین ماہ کے بعد خطرہ کا اعلان کیا گیا۔ مگر آدھی رات کے بعد خطرہ دور ہو گیا۔ اور کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔ انگریزی ہوائی جہازوں نے دن کو ناروے سے لیکر اٹلی تک کے اہم مقامات پر چھاپے مارے اور بم گرائے۔

لنڈن یکم نومبر۔ ایک روسی اناؤنسر نے کسی غیر معلوم روسی براڈ کاسٹنگ سٹیشن سے ایک پیغام نشر کرتے ہوئے کہا۔ کہ ماسکو کے پرچم فضائے آسمانی میں اڑتے نظر آئیں گے۔ اگر اُسے جرمنوں سے بچانا ناممکن ہو گیا۔ اس کا بیان ہے۔ کہ ماسکو کے دفاعی مورچوں کی دیکھ بھال موسیو سٹالن نے خود سنبھال لی ہے۔ اسوقت جرمن فوجیں ماسکو سے ۵۰ سے ۱۰۰ میل تک مختلف اطراف میں روک دی گئی ہیں۔ جھیل الممن کے قریب جرمنوں نے لینن گراڈ کے لئے ایک اور حملہ کرنے کی کوشش کی مگر انہیں بے شمار لاشیں اور زخمی اور کثیر تعداد میں سامان جنگ میدان میں چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔

سٹاک ہالم یکم نومبر۔ برلن میں غیر ملکی اخبار نویسوں کے اس سوال کے جواب میں کہ ماسکو کی جانب جرمن فوجوں کی پیشقدمی کیوں رُک گئی ہے۔ نازی حکومت کے ایک ترجمان نے کہا۔ موسم خراب ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا۔ کہ کیا خراب موسم سے مراد سردیوں کا موسم ہے۔ تو اس نے کہا ہرگز نہیں۔ جرمن افسر اور جرمنی سپاہی تو سردیوں کے موسم کا بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں۔ کیونکہ برف سخت ہو جانے پر کیچڑ بھی منجمد ہو جائیگا۔ اور اس پر سے جرمن ٹینک بآسانی گذارے جا سکیں گے۔ اسکے برعکس سویڈن کے اخباری نامہ نگاروں کا بیان ہے۔ کہ شدید سردی اور برف باری کی وجہ سے جرمن فوجوں کو سخت مشکل کا سامنا ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس موسم کے مطابق انہیں بوٹ اور گرم وردیاں ابھی تک مہیا نہیں کی گئیں۔

انقرہ یکم نومبر۔ آج ٹرکی کے پریذیڈنٹ عصمت انونو نے ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔ ٹرکی کے شمال مغرب اور جنوب میں جنگی سرگرمیاں بڑھ گئی ہیں۔ جنگ کی آگ نے یورپ افریقہ اور ایشیا کو اپنی لپیٹ میں لے کر ٹرکی کے لئے بھی خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ ٹرکی نے پچھلے سال کافی حفاظتی تیاریاں کی تھیں۔ آئندہ سال کے لئے بھی ایک زبردست پروگرام مرتب کیا ہے۔ جنگ کاکیشیا کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس لئے ایران بھی اس کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔ ترکوں کو اندیشہ ہے۔ کہ موجودہ تباہ کن جنگ زیادہ وسعت پکڑ گئی۔ ہٹلر نے ۱۸ جون کو مجھے ایک خاص چٹھی لکھ کر اپنی صدق دلی کا یقین دلایا تھا۔ اس کے بعد جرمنی اور ٹرکی میں دو معاہدے ہو چکے ہیں۔ انگریزوں سے بھی ٹرکی کے پُرانے معاہدے بدستور قائم ہیں۔

امرتسر ۳۱ر اکتوبر۔ خانبہادر خواجہ غلام صادق صاحب کئی سال بیمار رہنے کے بعد کل رات فوت ہو گئے۔ آپ کئی سال تک امرتسر میونسپلٹی کے صدر اور بعد میں پانچ سال تک اگزیکٹو افسر رہے۔

سرگودہا ۳۱ر اکتوبر۔ پولیس ضلع شاہپور نے ۱۵ر اگست سے ۳۰ر ستمبر ۱۹۴۱ء تک سات ہزار ناجائز اسلحہ جات برآمد کئے۔ جنمیں بندوقیں اور پستول بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ستر اشتہاری مفروروں کو گرفتار کیا گیا۔

نئی دہلی ۳۱ر اکتوبر گاندھی جی کے تازہ بیان سے مرکزی اسمبلی کے نیشلسٹ حلقوں کو بے حد مایوسی ہوئی ہے۔ اور ان لوگوں کا کام بہت مشکل ہو گیا ہے۔ جو سیاسی قیدیوں کی رہائی کے لئے وائسرائے اور گورنمنٹ ہند کے افسروں پر زور دے رہے تھے

انقرہ۔ یکم نومبر انقرہ ریڈیو کا بیان ہے۔ کہ برلن کے ایک فوجی مدبر نے جرمن فوجوں کے ماسکو کے مضافات میں داخل ہو جانے کی خبر دی ہے۔ ماسکو کے محاذ پر جرمنوں نے بہت سی ریزرو فوج جمع کر دی ہے۔ اور وہ ایک نیا حملہ کرنے کے لئے تیاریاں مکمل کر رہے ہیں۔

لنڈن۔ یکم نومبر امریکہ کا ایک جنگی جہاز جس کا وزن ۱۲ ہزار ٹن تھا۔ آئس لینڈ کے قریب غرق کر دیا گیا ہے۔ آج اس کی غرقابی کے متعلق امیر البحر کرنل ناکس نے بیان دیتے ہوئے کہا "شیطان" سے ہماری جنگ چھڑ چکی ہے۔ سرکاری حلقوں میں اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ اس جہاز کے ستر جہازی لاپتہ ہیں۔

ماسکو ۳۱ر اکتوبر۔ ایک سوویٹ براڈ کاسٹ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ ماسکو کی حفاظت کے انتظامات کا چارج سٹالن نے خود لے لیا ہے۔ اس نے فوجوں سے اپیل کی ہے۔ کہ دشمن کو اپنے شہر تک نہ پہنچنے دیں۔

مکہ مکرمہ۔ یکم نومبر حجاز میں ہر جگہ امن و امان ہے۔ آب و ہوا بھی خوشگوار ہے۔ تمام اشیاء کا نرخ معمولی ہے۔ حکومتِ سعودی نے تمام ٹیکس ۲۵ فیصدی کم دیئے ہیں۔

علی گڑھ ۳۰ر اکتوبر۔ مسلم یونیورسٹی کے مسلم گرلز کالج کی مسلم طالبات نے پردہ قائم رکھنے کے متعلق اگزیکٹو کونسل کے فیصلہ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے۔ کہ انہیں برقعہ کے بغیر کلاسوں میں آنے کی اجازت ملنی چاہیئے۔ اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ ہمیں برقعہ اوڑھنے کی عادت نہیں۔ اور ہمارے والدین بھی پردہ کے حامی نہیں۔

بغداد ۳۱ر اکتوبر۔ امیر عبداللہ شاہ شرق اردن نے بغداد جاتے ہوئے بیان دیا ہے۔ کہ جنگ کے ختم ہونے تک عرب فیڈریشن کا سوال نہیں چھیڑنا چاہیئے اور برطانیہ کی امداد کرنی چاہیئے۔

واشنگٹن ۳۱ر اکتوبر۔ حکومت امریکہ نے فیصلہ کیا ہے کہ ۱۹۴۳ء تک امریکہ ۷۵ ہزار سے ایک لاکھ تک طیارے بنائے گا۔

ناگپور۔ ۳۱ر اکتوبر۔ امراؤتی کے فرقہ وارانہ فساد کی تحقیقاتی کمیٹی کے سلسلہ میں مسٹر پٹوادھن اور مسٹر نائک نے اس امر کا اعتراف کیا۔ کہ ہندوؤں نے ایک دافعتی کمیٹی قائم کی۔ اور قوت کا مقابلہ قوت سے کرنے کے لئے تیاریاں شروع کیں۔ مسٹر نائک نے یہ بھی تسلیم کیا کہ مسلمانان امراؤتی کے لیڈر مسٹر ابوالحسن نے جو اس وقت جیل میں ہیں مسلمانوں کو پُرامن رہنے کی تلقین کی تھی حالانکہ اس وقت ہندوؤں نے مسلمانوں پر قاتلانہ حملے شروع کر دیئے تھے۔

کینیڈا۔ ۳۱ر اکتوبر۔ مسٹر فورڈ وزیر جنگ نے اعلان کیا ہے۔ کہ اس وقت تک برطانیہ اور اس کی نوآبادیات کے کل جانی نقصانات کی تفصیل جو مشرق وسطیٰ۔ یونان۔ کریٹ شام اور حبشہ میں ہوا حسب ذیل ہے:۔ ۴۸۷۰ آدمی ہلاک اور ۱۵۱۸۴ آدمی مجروح ہوئے۔ اس کے علاوہ ۲۸۴۷۷ آدمی لاپتہ اور ۶۵۸۰ آدمی دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ انگلستان میں صرف خشکی پر ۲۹۱۷۶ آدمی ہلاک ہوئے۔ اور تمام برطانوی نوآبادیات کا جانی نقصان ۲۵۹۲۵ افراد پر مشتمل ہے۔ دوسرے محاذوں پر برطانیہ کا جانی نقصان ستر ہزار ہوا۔ رائل نیوی کے جانی نقصانات ۲۲۵۰۰ اور رائل ایرفورس کے ۸۵۰۰ تھے۔ گویا موجودہ جنگ میں برطانیہ اور اس کی نوآبادیات کو ابھی تک تقریباً تین لاکھ آدمیوں کا جانی نقصان ہوا ہے۔

واشنگٹن۔ ۳۱ر اکتوبر۔ نیوزی لینڈ کے وزیر عمال مسٹر ویب نے آک لینڈ کے بحری اڈہ کے مزدوروں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ جرمنی کی طرف سے جاپان کو آسٹریلیا کے حملہ میں شامل ہونے کے لئے کہا جا رہا ہے معلوم ہوتا ہے۔ یہ حملہ نیوزی لینڈ پر بھی ہوگا۔ لیکن جاپان اس حقیقت سے باخبر ہے کہ نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا پر بیک وقت حملہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

سٹاک ہالم ۳۱ر اکتوبر۔ یونان کی خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ سالونیکا میں دو جرمن سپاہیوں کے قتل کے بدلے ۱۴۳ یونانیوں کو گولی سے اڑا دیا گیا۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر:۔ غلام نبی